ہر ملکِ مُلکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

Adeel Aziz Collection

پاکستان کیا ہے

تحریکِ پاکستان کا پس منظر

حصّہ اوّل

از خامہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ

صدر جمعیۃ علماء ہند و صدر کل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ

ناشر

ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی

قیمت

۳/

جمعیۃ علماء ہند کی انتخابی مہم سے متعلق مفید رسالے

جمعیۃ علماء کیا ہے۔ حصہ اوّل ۶

" " حصہ دوم .... (زیر طبع)

پاکستان کیا ہے (از شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی) ۶

پاکستان پر ایک نظر (از حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب) .... ۴؍

مسلم لیگ کیا ہے .... ۲؍

مسٹر جناح کا پر اسرار معمہ اور اس کا حل .... ۲؍

زعماء لیگ اور مسٹر جناح کی سیاسی غلطیاں .... ۲؍

سول میرج اور لیگ .... ۲؍

شریعت بل اور لیگ .... ۱؍

مجموعہ فتاویٰ۔ جواز شرکت کانگریس وازالہ شکوک .... ۴؍

توضیح تجاویز (جمعیۃ علماء، کانگریس و مسلم لیگ) .... ۳؍

علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے .... (زیر طبع)

شیخ الاسلام کا مکتوب ووٹروں کے نام .... ۱؍

اساس انقلاب اور مراقبۂ نماز .... ۱۰؍

خاص پاکستان نمبر (رسالہ نئی زندگی الہ آباد) ۶

خطبۂ صدارت اجلاس سہارنپور (از حضرت شیخ الاسلام) ۸؍

ملنے کا پتہ

دفتر جمعیۃ علماء ہند گلی قاسم جان دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ علٰی عِبَادِہِ الّذِینَ اصطفٰی

امابعد۔ اس زمانہ میں پاکستان کے متعلق بہت زیادہ شور و غوغا ہے اور اسکو اسقدر اہمیت دیجارہی ہے کہ اسی کو مدار الیکشن قرار دیا جاتا ہے اور اسی کے نام پر ووٹ طلب کیا جارہا ہے۔ اور اسی کو زعمائے لیگ مسلمانان ہند کی جملہ مشکلات کا حل بتلا رہے ہیں۔ اخباروں اور پمفلٹوں کے صفحات اسکے محاسن اور قبائح سے بھرے جارہے ہیں۔ پلیٹ فارموں اور جلسوں میں اُسپر دھواں دھار تقریریں ہورہی ہیں۔ ہمیں بھی انہی وُجوہ سے غور و خوض کی ضرورت پیش آتی۔ مگر باوجود جد و جہد بلیغ اسکی تریاقیت ہماری سمجھ میں نہیں آئی بلکہ اسکے برعکس اسمیں ہم نے مسلم اکثریت والے صوبوں اور مسلم اقلیت والے صوبوں دونوں کے مسلمانوں کیلئے نقصان اور ضرر کو ہی غالب پایا۔ اپنی تفتیش اور اطلاعات کی بنا پر جو کچھ ہم کو معلومات حاصل ہوئی ہیں اُنکو پیش کرنا ہم نے ضروری سمجھا ہے۔ ناظرین سے ہماری درخواست یہ ہے کہ مندرجہ ذیل امور پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ محض جذبات کی رو میں نہ بہیں سب سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کا منبع تلاش کریں اور اس کے بعد دیگر امور ضروریہ پر نظر ڈالیں۔ لیکن منبع کی سراغ رسانی سے پہلے بطور تمہید ہم چند ضروری باتیں عرض کرنا واجب سمجھتے ہیں۔

(۱) موجودہ زمانہ میں شہنشاہیتوں اور حکومتوں کا مدار بہ نسبت حکمرداری و سیاست اقتصادیات اور اسکے ذرائع اقسام پر زیادہ تر منحصر ہے۔ تجارت اور اس کے لوازم، صنعت اور اُسکے شعبے اور ذرائع بہت زیادہ پیش نظر رہتے ہیں۔ معادن اور اُنکے محاصل و انواع سب سے زیادہ ملحوظ نظر ہوتے ہیں، یورپین اقوام اور اُنکے ہمسروں کی نقل و حرکت اور افریقہ و ایشیا وغیرہ میں حکمرداری

اور آمد و رفت اسی بناء پر شروع ہوئی اور اب بھی انہیں امور کی بناء پر جنگہائے
عظیمہ ظہور پذیر ہوئیں۔ برطانوی اقوام کا ہندوستان میں آنا اور قدم جمانا
اسی وسیلہ سے ہوا۔ پہلے پہل تو اُنکی سوداگری پھیری والوں کی طرح رہی پھر
رفتہ رفتہ دوکانداری کا طریقہ اختیار کیا اور یہ دور سنہ ۱۶۰۰ء سے تقریباً ۱۷۰۰ء
تک رہا۔ اُسکے بعد اُنکی باقاعدہ کمپنی بنگئی اور جو تاجر علیحدہ علیحدہ کاروبار کرتے
تھے اور جنکی مقدار سو تک پہونچتی تھی سب کی مشترک جماعت بنا دی گئی جسے
ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس نے باقاعدہ مراکز قائم کئے
کوٹھیاں کھولیں مختلف سواحل پر قلعے بنائے ایجنسیاں قائم کیں۔ مختلف حیلوں
سے نوابوں، راجاؤں، بادشاہوں کے درباروں میں رسوخ حاصل کیا
سنڈیکیٹ اور امتیازات خاصہ تجاریہ یکے بعد دیگرے لیتے ہوئے ایسے ایسے
خودغرضی کے قوانین تجارت بنائے کہ جنمیں نہ تہذیب تھی نہ انسانیت اور بقول
ولیم ڈگبی ننگے طور سے ہندوستان پر تجارتی تسلط قائم کر دیا۔ اور تجارتی لوٹ
کھسوٹ اس طرح جاری کر دی کہ ہندوستان ادھموا ہو کر رہ گیا۔ یہ دور
سنہ ۱۷۰۰ء سے سنہ ۱۷۵۷ء تک رہا اس کے بعد پلاسی کی جنگ ہوئی اور خونخوار
ڈاکوؤں کی جماعت بنکر جابرانہ تسلط قائم کر دیا۔ اور ہر خزانہ اور دولت پر اپنا
قبضہ جما کر انگلستان کو منتقل کر دیا۔ اس زمانہ میں تجارت ظالمانہ سے بھی لوٹ
کھسوٹ ہوتی تھی اور حکومت جابرانہ سے بھی برابر ڈاکہ زنی جاری رہی۔ یہی وہ
زمانہ ہے جسمیں علانیہ طور سے ہندوستان سے دولت کے دریا انگلستان کو
بہتے رہے۔ جیسا کہ لارڈ میکالے کہتا ہے۔ ہندوستان کے بے شمار خزانے
اسی زمانہ میں انگلستان کو منتقل ہوئے۔ یہ تسلط سنہ ۱۷۵۷ء سے سنہ ۱۸۳۲ء تک
رہا۔ اس کے بعد تسلط بذریعہ پوسٹ قائم کیا گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی خالص
بادشاہ بن گئی۔ اس نے قانونی بادشاہت قائم کر کے من مانی خودغرضی کے
قوانین حکومت ایسے میٹھے الفاظ میں بنائے جن میں خوش معاملگی کا دکھاوا

ہوتا رہا اور ہندوستانی قوم اور ان کے اموال وغیرہ کو از سر تا پا اپنی اغراض کے بھینٹ چڑھانا جاری رہا۔ ڈگبی لکھتا ہے۔

"مگر اس میں شک نہیں کہ آج بھی ہندوستان کو اس سے زیادہ شرمناک طور پر لوٹا جا رہا ہے جتنا اس سے پہلے کبھی لوٹا گیا تھا۔ ہماری حکومت کی باریک چابک اب آہنی زنجیر بن گئی ہے۔ کلایو اور ہسٹنگس کی لوٹ اس نکاس کے سامنے ہیچ ہے۔ جو کہ ایک ملک کا خون جان بہا کر دوسرے ملک کو مالامال کر رہا ہے۔"

اپنے ملک کی صنعت بڑھانے کیلئے ہندوستانی صنعت کا گلا گھونٹا ہندوستانی تجارت کو فنا کیا، معادن پر قبضہ کیا۔ زراعت پر بھاری بھاری ٹیکس لگائے۔ اپنے ملک کی مصنوعات کو محفوظ کرنے اور ترقی دینے کے لئے انگلستان میں ہندوستانی مصنوعات پر ر ماموفی تجارت کا فلسفہ دکھاتے ہوئے بھاری بھاری ٹیکس لگائے۔ ادھر ہندوستان میں صناعوں اور کاریگروں پر مالی اور جسمی تشددات عمل میں لائے گئے۔ تا اینکہ ہندوستان کا مال باہر جانا بھی بند ہو گیا۔ اور صنعت پیشہ قومیں کاروبار چھوڑنے پر مجبور کر دی گئیں۔ پھر فری ٹریڈ کا گیت گایا گیا اور بغیر محصول یا نہایت قلیل محصول سے ... انگلستان کی مصنوعات ہندوستان میں داخل کی گئیں۔ اور ہر ہر منڈی میں ریلوں کے ذریعہ سے انگلستان کا مال بانٹ دیا گیا۔ معمولی معمولی گرانی پر لوگ بھوک مرنے لگے۔ اسی وجہ سے صرف ایک صدی میں یعنی ۱۸۰۰ء سے ۱۹۰۰ء تک ہندوستان میں اکتیس (۳۱) قحط پڑے اور تقریباً چار کروڑ ہندوستانی صرف بھوک کی وجہ سے موت کی نذر ہو گئے۔ انگلستان ہی کی بنی ہوئی چیزیں ہندوستان کے ہر ہر بازار میں پٹی پڑی نظر آنے لگیں۔ انگلستان کے باشندے نہ صرف امیر بن گئے بلکہ زراعت وغیرہ

چھوڑ کر صنعت اور تجارت میں منہمک ہو گئے۔ انگلستان کی مصنوعات کا ... چونسٹھ حصہ ہندوستان میں کھپنے لگا سنہ ۱۹۲۶ء میں صرف کپڑے اور ... کی قیمت میں اسّی کروڑ روپیہ انگلستان کو گیا۔

الغرض برطانیوں کی عیش پرستی اور خوش حالی کا بڑا مدار ہندوستان ... میں انکی مصنوعات کی کھپت پر رہے۔ یہ تمام دنیا کی منڈیوں میں سب سے بڑی منڈی برطانیہ کے ہاتھ میں ہے۔ جرمنی اور جاپان نے جب اس منڈی پر حریصانہ نگاہ ڈالنی شروع کی تو جنگ عظیم کے شعلے لپٹ مارنے لگے۔

(۲) علاوہ تجارت پر قبضہ جما لینے اور ہندوستانی صنعت اور تجارت کو فنا کر دینے کے ہندوستان کے تمام ان عہدوں اور حکومت کے تمام شعبوں کو جن کو انگریز قبول کر سکتا تھا اپنے قبضہ میں کیا گیا اور انکی اتنی بھاری بھاری تنخواہیں مقرر کی گئیں کہ دنیا میں بڑے سے بڑے متمول ملکوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ فوجی اعلیٰ عہدوں سے ہندوستانیوں کو بالکل محروم کر دیا گیا۔ اور ان انگریزوں کی جو کہ چند دنوں یہاں ملازمت کرتے ہیں وہ وہ تنخواہیں ہندوستان کے خزانہ سے مقرر کی گئیں جو کہ امریکہ، انگلینڈ، جاپان، جرمنی وغیرہ کہیں بھی نہ تھیں۔ حتیٰ کہ معمولی انگریزی سپاہی کے لئے بھی ہندوستان کے خزانہ پر اتنا صرفہ ڈالا گیا۔ جو کہ ہندوستانی چار پانچ سپاہی پر بھی نہیں پڑتا۔ مسٹر مانٹیگو نے سنہ ۱۹۱۹ء میں ہاؤس آف کامنس میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایک ہندوستانی سپاہی پر سالانہ چار سو گیارہ (۴۱۱) روپیہ خرچ ہوتا ہے اور ایک برطانوی سپاہی پر ایک ہزار نو سو اکہتر (۱۹۷۱) روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے ڈیفنس کے لئے کم از کم پچاس ساٹھ ہزار سپاہی انگلینڈ کے باشندے یعنی گورے لازم قرار دیئے گئے۔ الغرض اس طریقہ سے سول اور فوجی ملازمین کی پنشنوں میں بقول اے، جی ولسن آف انویسٹوری ریویو تین کروڑ پونڈ سالانہ ہندوستان

سے وصول ہو کر انگلستان جاتا رہا۔ نیز ہندوستان میں انگریز ملازمین کی تنخواہوں کا پس انداز بقول ایگنس اسمڈلے (ماڈرن ریویو) تین کروڑ پونڈ سالانہ یعنی پینتالیس کروڑ روپیہ سالانہ جاتا رہا۔ اسی طرح انڈیا آفس لندن کے مصارف، ہندوستان پر قومی قرضہ کا سود۔ ریلوں، نہروں، معدنوں جہازوں، کارخانوں وغیرہ میں جو روپیہ انگریزوں کا لگا ہوا ہے اور جس کی مقدار ۱۹۱۳ء تک ۳۵ ارب پونڈ تھی۔ اس کا سالانہ منافعہ پینتیس کروڑ پونڈ تھا۔ یہ اور اس قسم کے دیگر طریقے دولت کھینچنے کے وہ غیر معمولی سیلاب دولت ہیں جن کی نظیر تمام دنیا میں نہیں ملتی۔ اسی بنا پر منٹگمری مارٹن ۱۸۳۸ء میں لکھتا ہے "اگر دولت کا ایسا مسلسل اور روز افزوں سیلان انگلستان سے ہونے لگے تو ایک ہی دن وہ بھی محتاج ہو جائے پھر خیال فرمائیے کہ ہندوستان پر اس کا کیا اثر پڑے گا جہاں معمولی مزدور کو دو یا تین پنس روزانہ ملتی ہے"
ڈبلیو ایس بلنٹ کہتا ہے "میں ہندوستان کے مالیہ کے اسرار بہترین استادوں سے حاصل کر رہا ہوں اور یہ استاد گورنمنٹ کے سکریٹری اور کمشنر وغیرہ ہیں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر ہم اسی طرح ہندستان کو ترقی دیتے رہے تو ایک دن وہ آئیگا جب کہ ہندوستانی آپس میں ایک دوسرے کو کھانے لگیں گے کیونکہ ان کے پاس کھانے کے لئے سوائے اپنے ابناء جنس کے کچھ بھی باقی نہ رہیگا"
الغرض اس بے شمار لوٹ کھسوٹ سے اگرچہ ہندوستان موت کے گھاٹ اتر گیا مگر انگلستان کی خوشحالی، عیاشی، سرمایہ داری روز افزوں ترقی ہی کرتی رہی اور اسکی سرمایہ اور دولت کی بھوک روز افزوں بڑھتی ہی رہی جسطرح درندے کے اگر انسانی خون منہ کو لگ جاتا ہے تو وہ کبھی بھی انسانی خونخواری سے سیر نہیں ہوتا۔ اور ہر کس و ناکس کو دیکھکر اس کی آگ بھڑک اٹھتی ہے یہی حال برطانویوں کا بہ نسبت ہندوستان ہو گیا ہے۔
سنڈے ٹائمز آف لندن ۲۵ مارچ ۱۹۱۳ء لکھتا ہے "ہمیں

صاف طور پر اس بات کو واضح کر دینا چاہیئے کہ انگریز ہندوستان میں بحالی صحت کی غرض سے مقیم نہیں ہیں بلکہ ان کا مقصد روپیہ پیدا کرنا ہے ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس لئے کہ ایسا کرنا ہمارے مفاد اور مصلحت کے سراسر خلاف ہے۔ ہندوستان میں رہنا اور اپنا مقصد حاصل کرنا ہمارا فرض ہے" سر ولیم جوائنسن ہکس۔ ہوم سکریٹری انگلستان کہتا ہے "ہم نے ہندوستان ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے فتح نہیں کیا اور ہم ہندوستان میں ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے نہیں ہیں"

(ریج دہلی مورخہ ۲۵ راکتوبر ۱۹۲۳ء)

الغرض جس لوٹ اور کھسوٹ کی لالچ سے انگریز یہاں آئے تھے اور جس کے وہ دو تین صدی سے عادی ہو گئے ہیں اور جس کے بغیر انکو مستقبل کی زندگی نہایت بھیانک اور خطرناک معلوم ہو رہی ہے وہ ہندوستان کی آزادی کو ہر وقت میں انتہائی پریشانیوں میں مبتلا رکھتی ہے اور طرح طرح کی اسکیمیں اپنے مفاد اور مقصد کے لئے تیار کراتی رہتی ہے۔

(۳) روئے زمین پر صرف دو ملک ہندوستان، اور چین عظیم الشان تعداد والے ہیں۔ جو کہ اپنا مثیل نہیں رکھتے آج جبکہ دس دس بارہ بارہ کروڑ نفوس والے ملک جرمنی، امریکہ، روس جو کہ ہندوستان کی تقریباً ایک ایک تہائی یا اس سے کم آبادی والے ممالک ہیں اس قدر قوت دار بن گئے ہیں کہ برطانوی شہنشاہیت کو ہر وقت دھمکاتے رہتے ہیں اور دنیا کو الٹی میٹم اور دعوت جنگ دینے سے نہیں جھجکتے تو یوروپین اقوام بالخصوص برطانیہ کو ضرور یہ عظیم الشان خطرہ پیش رہتا ہے۔ کہ اگر چین اور ہندوستان ہر ایک آزاد اور متحدہ قومیت کا مالک اور قوی ہو گیا تو یقیناً تمام روئے زمین پر چھا جائیگا۔ اور نہ صرف ہماری نو آبادیات پر قابض ہو جائیگا یا انکو ہمارے اقتدار سے باہر کر کے آزاد کرا دیگا بلکہ قوی خطرہ ہے کہ وہ ہمارے سابقہ سیاہ کارناموں اور گذشتہ وحشیانہ

بربریتوں کا بدلہ بھی لے اور کوشش کرے کہ انگلستان وغیرہ کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر بے دست و پا کردے۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ ہر دو جنگ عظیم میں ہندوستانی سپاہیوں کی جفاکشی اور بہادری یورپین اقوام کے مقابلہ میں تمام دُوَلِ یورپ کے سپاہیوں سے زیادہ اور عملی ثابت ہوئی۔ جیسے کہ برطانیہ کے بڑے بڑے جرنیلوں اور فوجی اور سول افسروں بلکہ وزراء برطانیہ نے پُر زور اعتراف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ خود لارڈ ویول موجودہ وائسرائے کہتے ہیں کہ "ہم نے یہ جنگ ہندوستان کی سپاہیوں اور ہندوستان کے مال سے جیتی ہے" اس لئے یہ خطرہ اور بھی زیادہ قوی ہوجاتا ہے۔ اور یہ صحیح بھی ہے اگر ہندوستانی اقوام اور سپاہیوں کو منظم طریقہ پر جملہ اسلحہ جات مل جائیں اور انکی فوجی تنظیم مکمل ہوجائے اور قابل جرنیل کے ماتحت باقاعدہ جنگ جاری کیجائے تو کسی یورپین قوم سے ٹکر لینے میں کم نہیں رہ سکتے بلکہ ہر مخالف پر غالب آسکتے ہیں اور یہی بڑی وجہ ہے کہ ان دونوں ملکوں کو ہر طرح کمزور کرنے کی پالیسی مدتوں سے جاری ہے اور اب بھی امر پیش نظر ہو رہا ہے۔ اور کم از کم یہ خطرہ تو ہر وقت سامنے رہتا ہی ہے کہ ہندوستانیوں کا معمولی سا جذبہ قومیت بھی ہماری اقتصادی شہنشاہیت کی بربادی کا نہایت زبردست ذریعہ ہے۔ پروفیسر سیلے اکسپنشن آف انگلینڈ میں لکھتا ہے "اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہوجائے اور اس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح نہ بھی ہو بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہوجائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کیلئے شرمناک ہے تو اس وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہوجائیگا کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اس پر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنا بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور کر قطعاً برباد ہوجائیں گے۔ (تنظیم جلد ۶ ۱۵۷ ۲۸ راگست ۱۹۲۸ء)

اور یہی وجہ ہے کہ حامیان برطانیہ دانستہ یا نادانستہ متحدہ قومیت پر انتہائی درجہ چراغ پا ہو رہے ہیں اور بہت زبردست پروپیگنڈا اس کے خلاف جاری کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ برطانوی اقتدار کی بربادی کیلئے ایٹم بم یا اس سے بھی زیادہ قوی ہتھیار ہے اس لئے ہر انگریز کو اس کے خلاف پروپیگنڈا کرنا اور کروانا اشد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ہندوستانی بھائی بالخصوص مسلمان بالکل بھولے بھالے اور سیاسیات سے ناواقف ہیں اور وہ لوگ جو سیاسی میدان میں اترے ہوئے بھی ہیں انگریز کے سامنے ابھی طفل مکتب ہیں وہ ٹوڑی انگریزوں کے چکمے میں بہت جلد آجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مسلمان غیر مسلم اور مشرک کا ہم قوم کس طرح ہو سکتا ہے اور اس پر طرح طرح کے شرعی اور غیر شرعی واہمی اور رواجی استدلالات قائم کرکے عوام کو متنفر کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ سرسید مرحوم اس بارہ میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں "قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے۔ ورنہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اس ملک کے رہنے والے ہیں اس اعتبار سے سب ایک قوم ہیں۔ جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں تو ان سب کو ملکی فائدہ میں جو ان سب کا ملک کہلاتا ہے ایک ہونا چاہئے۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ صرف مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے دو قومیں بھی ہو جائیں۔" (مجموعہ لکچر سرسید صفحہ ۱۶۷) دوسرے موقعہ پر آپنے فرمایا "جس طرح اور قوم کے لوگ ہندو کہلائے جاتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ہندو یعنی ہندوستان کے رہنے والے کہلائے جاتے ہیں۔" (سرسید کے آخری مضامین صفحہ ۵۵) سفر پنجاب میں ہندوؤں کو خطاب کرتے وقت فرمایا "آپنے جو لفظ اپنے لئے ہندو کا استعمال کیا ہے وہ میری رائے میں درست نہیں۔ کیونکہ ہندو میری رائے میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے۔ بلکہ

ہر ایک شخص ہندوستان کا رہنے والا اپنے تئیں ہندو کہہ سکتا ہے پس مجھے نہایت افسوس ہے کہ آپ مجھکو باوجود اس کے کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں "ہندو" نہیں کہتے" (سفرنامہ پنجاب سرسید صفحہ ۱۳۹)۔ (روشن مستقبل صفحہ ۲۷۱ و ۲۷۲)

پس بقول سرسید مرحوم اگر قوم بمعنی نیشن لیا جائے جو کہ اہل یورپ کی اصطلاح ہے تو یقینی طور پر تمام ہندوستان کے باشندے ایک قوم ہیں ہندوستانیت کا وصف سب میں مشترک ہے۔ مفاد سبھوں کا مشترک ہے غیر ہندوستانی جہاں بھی ہیں ان تمام ہندوستانیوں کو اپنے سے غیر اور اجنبی محسوس کرتے ہیں۔ خواہ ہندوستانی مسلمان ہو یا سکھ یا ہندو یا پارسی سیاحان ممالک اور واردین ہندوستان۔ امریکیوں، جاپانیوں، چینیوں، انگریزوں فرانسیسیوں وغیرہ سے پوچھو اور دیکھو۔ وہ مذہبی تفرقہ کو محسوس بھی نہیں کرتے بلکہ سب کو ہندوستانی قوم سمجھتے اور کہتے ہیں۔ یہ ہی امور نیشن کی تعریف میں یوروپین اصطلاح میں معتبر ہیں (دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف ویلجن اینڈ ایتھکس)

اور اگر عربی، فارسی، اردو اصطلاح اور عرف کو دیکھیں یا قرآنی شہادتوں کا لحاظ کریں تو اسباب قومیت صرف مذہب میں منحصر نہیں ہوتے۔ کبھی متحدہ قومیت جغرافی حدود اور وطنیت سے ہوتی ہے تو کبھی نسل کی حیثیت سے کبھی پیشہ کی حیثیت سے اور کبھی رنگت وغیرہ وغیرہ سے قرآن شریف میں نسلی یا وطنی اسباب کی بناء پر بار بار کفار کو انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کا ہم قوم قرار دیا گیا ہے۔

بہرحال یہ تین امور مذکورہ بالا برطانیوں اور بالخصوص ٹوریوں کو ہمیشہ ہندوستان کی آزادی سے پریشان رکھتے ہیں۔ انگریز اگرچہ سب کے سب اپنی قوم اور شہنشاہیت کے خیر خواہ اور فدائی ہیں مگر ان میں نیکدل اور انصاف پسند بھی ہیں، جو کہ دعدوں کو وفا کرنا، بندگان خداوندی

ے ر تحت ن عزت کا برتاؤ کرنا، سب کے ساتھ حتی الوسع انصاف کرنا اور کو انسانی حقوق دینا وغیرہ ضروری سمجھتے ہیں، مگر تمام قوم برطانیہ میں سب سے بڑے ہوئے اور اپنی غرض کے دیوانے، اور دوسری اقوام کی حق تلفی کے حریص اور مجنون، اپنی شہنشاہیت کے ہر جائز اور ناجائز عمل اور دور کے شدید ترین حامی یہی ٹوری ہیں، یہ کنسرویٹو پارٹی (قدامت پسند) سے بھی زیادہ بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے نظریہ یہی رہا ہے کہ ہندوستان کو ذرہ برابر بھی آزادی نہ دیجئے۔ اور ذمہ داران برطانیہ نے بین الاقوامی (انٹرنیشنل) یا سیاسی (پولیٹیکل) یا انصافی مجبوریوں سے جو وعدے مختلف اوقات میں آزادی کامل یا نیم آزادی یا انسانی اور بشری حقوق کے متعلق ہندوستانیوں کیلئے کئے ہیں انکو کبھی بھی پورا کرنے نہ دیا۔ اور جس طرح بھی ممکن ہو ٹال مٹول کرتے ہوئے اپنے استبداد اور جبروت و تشدد سے ہندوستان کی لوٹ کھسوٹ قائم اور جاری رکھیں اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے گھڑتے رہیں۔ کوئین وکٹوریہ اور دیگر ذمہ داران برطانیہ کے اعلانات اور وعدوں کو نئے نئے لباس میں ڈھالتے ہوئے آج تک برطانیہ نے سامراج انہیں کی بدولت قائم رکھا۔ کینیڈا، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ، کیپ کالونی، آئرلینڈ، ماریشس، فیجی، نیوزیلینڈ وغیرہ وغیرہ کو حقوق وکٹوریہ کے اعلان کے بعد اور پہلے دیئے گئے اور دیئے جاتے رہے۔ مگر ایک ہندوستان ہے کہ تقریباً تمام انسانی حقوق سے آج تک محروم ہے، اور جو کچھ معمولی حقوق دیئے بھی گئے ہیں وہ نہایت ناقص اور نکمے ہیں۔

مگر عرصہ سے چونکہ ہندوستانیوں میں روز بروز بیداری پیدا ہوتی جاتی ہے اور ہر ہندوستانی مظلومیت کا آوازہ امریکہ، روس، جاپان، چین اور دیگر ممالک میں بکثرت پھیل چکا ہے اس لئے انکو نظر

نظر آنے لگا ہے کہ اب ہندوستان مثل سابق غلام نہیں رہ سکتا لہذا ہندوستانی خون چوسنے اور اپنے ہر ہر مفاد کو قائم رکھنے اور جاری کرنے کے لئے نئی نئی صورتیں اور نئی نئی اسکیمیں عرصہ سے سوچی گئیں اور سوچی جارہی ہیں۔ اُنہیں میں سے یہ اسکیم پاکستان بھی ہے، جو کہ ٹوریان برطانیہ کی جھیل "مان سرور" سے نکلتی ہے ۱۹۳۱ء میں جبکہ ہندوستانی ڈیلی گیٹ۔ انگلستان میں دوسری راونڈ ٹیبل کانفرنس میں گئے ہوئے تھے یا جاتے والے تھے مسلم نمائندوں وغیرہ کے دماغ میں یہی ندا ڈالی ہو اور وہ اس زمانہ میں اکسفورڈ اور کیمبرج میں شایع ہو کر ہندوستانی مسلم اسٹوڈنٹ کو مسحور کرتی ہے۔ مسلمانوں کے وہ نمائندے جو کہ لیگ اور مسلم کانفرنس کی نمائندگی کے واسطے بھیجے گئے تھے ان ٹوری جادوگروں سے مسحور ہو کر انکے دامن میں پناہ گزین ہوتے ہیں اور جو کچھ نہ کرنا چاہئے تھا۔ کر بیٹھتے ہیں اور مسلمانان ہند کو ان ٹوری جادوگروں کے قدموں پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں

چنانچہ مدینہ بجنور رکیم فروری ۱۹۳۲ء جلد ۲۱ عدد ۹ میں لکھتا ہے "لیکن ان سب سے زیادہ مکروہ طرزِ عمل ان تعاونیان کرام کا یہ تھا کہ جب گاندھی جی نے مسلمانوں کے چودہ مطالبات منظور کرنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا تو ان احمق اور فریب خوردہ حضرات نے اچھوتوں کی حمایت کا بیڑا اُٹھالیا حالانکہ ہندوستان سے وہ صرف یہ عہد کر کے چلے تھے کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات کی تکمیل کرائیں گے۔ ان سے کسی شخص نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اچھوتوں کے حقوق کے محافظ بھی بنجائیں ان کا دعوی حقوق مسلمین کے تحفظ کا تھا۔ اور ان کا ہرگز یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنے کمزور اور بودے کندھوں پر دنیا بھر کی اقوام کے تحفظ کا بوجھ بار کرلیں۔ اِس کے معنی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتے کہ انھوں نے دانستہ اسلامی حقوق کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ اس احمقانہ طرزِ عمل کی جو قیمت انکو ملی وہ ان کے طرز سے بھی زیادہ شرمناک ہے۔ وہ

بر رپہنچ اں کے ہاتھوں بک گئے۔ اور ایک ایسے محضر غلامی پر دستخط کر دیئے جسمیں اپنے مطالبات کا تو گلا گھونٹ ہی دیا گیا تھا مقصد آزادی طرح کو پامال کر دیا۔ اور غیر ملکیوں کو تجارتی استیلاء اور زائد از زائد حقوق آبادی دیئے گئے اور مسلمانوں کے لئے چند نشستیں، چند ملازمتیں اور چند اعزاز قبول کر لئے۔ ارباب حقوق کا طرز عمل شروع سے آخر تک عدم تدبر تنگ نظر غیر سیاست دانی، دل و دماغ کی بے مائگی اور خلاف ورزی عہد و مسلک کی ایک نہایت المناک مثال پیش کرتا ہے۔ الخ"

مندرجہ ذیل شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

مدینہ بجنور ۹ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ ۵۶/ صفحہ ۲۔ "ہم کو اسٹیٹس مین، پایونیر اور دوسرے خالص اسلامی جرائد نے یہ بشارت کبری سنائی ہے کہ دس کروڑ کے خالص اسلامی سرمایہ سے ایک تجارتی کمپنی قائم کی گئی ہے۔ جو ہندوستان کے تجارتی مصالح کو ترقی دیگی۔ اس کمپنی کا نام ایسٹ اینڈ ویسٹ کارپوریشن لمیٹڈ ہے۔ صدر دفتر دہلی ہوگا۔ اسٹیٹس مین اور دیگر اینگلو انڈین اخبارات اس مسلم کمپنی کا نہایت شاندار الفاظ میں خیر مقدم کر چکے ہیں"۔۔۔ اس کے بعد دوسری شہادت ملاحظہ ہو۔

مدینہ بجنور ۲۱ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ ۵۹/ صفحہ ۴

"گذشتہ اخبار میں ہم نے یہ خبر لکھی تھی کہ ہز ہائینس سر آغاخاں ایک کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے بدیشی پارچہ کو فروغ دینے کی غرض سے ایک کمپنی قایم کرنے والے ہیں۔ اخبار الامان سے اب معلوم ہوا ہے کہ نہ صرف ہز ہائینس سر آغاخان بلکہ ملا سیف الدین طاہر صاحب بورا قوم کے مقتدا اور اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے اکثر ممبروں نے دس کروڑ روپیہ کے سرمایہ سے ایک کمپنی قایم کی ہے۔ جس کا صدر دفتر دہلی ہوگا۔ اس کمپنی کے قیام کا اصل محرک کون ہے اور اس کے اصلی مقاصد کیا ہیں۔ اس کے

صحیح حالات ابتک صیغہ راز میں ہیں تاہم اسکے تمام پر اس خط سے کسی قدر روشنی پڑتی ہے جو مسٹر ملوڈن جج ممالک متحدہ نے کسی مستفسر کے جواب میں لندن بھیجا تھا۔ اور اتفاقاً سنڈے گرافک کے ہاتھ پڑ جانے سے شائع ہو گیا۔ اس غرض سے ہم اس خط کا متن ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"مدت سے ہندوستان کی صورت حالات قابو سے باہر ہوئی ہے ہم نیم پارلیمنٹری حکومت کا حتمی وعدہ کر چکے ہیں۔ جو برطانوی افسروں کے بغیر نہیں چل سکتی۔ برطانوی افسر زیادہ عرصہ تک نہیں رہیں گے سول سروس کے تمام شعبے یہاں تک ہندوستانیوں سے بھر دئے گئے ہیں یا بھرے جارہے ہیں کہ آیندہ چند سال میں ان میں ڈھونڈے سے بھی انگریز کا نام نہیں ملے گا۔ میں ان حالات میں ہندوستان کے مسئلہ کا ایک ہی حل دیکھتا ہوں۔ کہ اسے ہندو اور مسلمان حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آئرلینڈ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کا تنازعہ ختم کرنے کیلئے ۳۵ سال کی مسلسل پارلیمنٹری جنگ کے بعد ایسا ہی کرنا پڑا تھا۔ ہندوؤں نے ہمیں ہندوستان کے ساتھ کاروبار کرنے سے روک دیا ہے، اب ہمیں مالیہ معاف کرنا پڑا ہے تاکہ کاشتکار زندہ رہ سکیں، یہ ایک نہایت ہی یاس انگیز صورت حالات ہے اور اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس تعفن کو پھیلنے سے روکا جائے اور قدرتی تقسیم کے مطابق ملک کے حصے کر دئے جائیں۔ اگر ہندو کاروبار تجارت نہیں کریں گے تو بمبئی کی جگہ کراچی شہر تجارتی بندرگاہ کا کام دلسکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مزید ۲۵ یا ۳۰ سال کیلئے ہندوستان پر ہمارا اثر و اقتدار قائم رہے، اب برطانوی حکومت کے پرانے طریق کار کی طرف عود کرنا ناممکن ہے، ہمارے پاس اب کارکن اصحاب موجود نہیں ہیں، اب ہم دور ماضی کو قائم نہیں کر سکتے نیز ہم نے اپنا کام بھی کر لیا ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں ریلیں اور نہریں وغیرہ قائم کی ہیں۔ اب اسے ایک طرز حکومت دید و جو اس کے لئے موزوں اور

قدرتی ہو۔ لیکن جبتک ہندوستان میں ہمارا اثر و اقتدار قائم ہے ہمیں تحریک مقاطعہ کو پورے زور سے روکنا چاہیئے۔ خونریزی کو روکنے اور دقیانوسی ہندو سسٹم کا سدباب کرنے کے لئے ہمیں کراچی اور دہلی سے کام شروع کرنا چاہیئے، جہاں دنیا کی ایک بڑی مسلم طاقت قایم ہوگی، ہم خواہ کچھ کریں یہ ہوکر رہیگا، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسے جلد از جلد معرض عمل میں نہ لائیں، اور اس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں۔ جب بحر قزوین اور بحیرہ روم کی طرف وسیع ملکوں کا خیال جائے تو بڑے بڑے امکانات نظر آتے ہیں"

مدینہ بجنور ۹ ستمبر ۱۹۴۱ء جلد ۳۰ نمبر ۶۹ میں بمبئی کرانیکل کے خاص نامہ نگار مقیم لندن کا مقالہ مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا گیا ہے،

"ہندوستان کو ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم کرنیکی پوری کوشش کی جارہی ہے تاکہ اسکے بعد ہمیشہ ہندوستان میں جھگڑا ہوتا رہے"

مسٹر جان گنتھر امریکن "کامن سینس" امریکی اخبار میں طویل مقالہ لکھتی ہے۔ جس کا اقتباس مندرجہ ذیل ہے۔

"اس برطانوی جناح باہمی کھیل کا نتیجہ پاکستان کی صورت میں نمودار ہوا ہے اور یہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دو علیحدہ خیالی ریاستوں کا نام ہے۔ جن کے درمیان باقی تمام ہندوستان پولینڈ کے کاریڈور ملانے والے راستے کی طرح رہیگا۔ ابھی تک تو ذمہ دار مسلمانوں نے اسکی مخالفت کی ہے لیکن اگر اس اسکیم پر عمل کیا گیا تو ہندوستان میں بھی بلقان بنجائیگا جہاں خانہ جنگیوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو جائیگا۔

(مدینہ مورخہ ۹ جون ۱۹۴۳ء جلد ۳۲ ۱۹۴۳ء)

...... ہم الاشہادتوں سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے -

(الف) پاکستان اور تقسیم ہندوستان (مسلم ہندوستان اور ہندو ہندوستان) لاہور کے لیگ کے اجلاس سنہ ۱۹۴۰ء کی پیداوار نہیں ہے بلکہ سنہ ۱۹۳۱ء یا اس سے پہلے کی پیداوار ہے، ہاں ہندوستان میں اسکی شہرت لیگ کے اس اجلاس سے ہوئی ہے۔ اگرچہ سر اقبال مرحوم نے الہ آباد کے اجلاس لیگ میں دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء میں بھی اس کا تذکرہ مختصر اپنے خطبہ میں کیا تھا۔ مگر اسکو کسی نے بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا، وہ جوائنٹ کمیٹی کے سامنے بھی اس کا تذکرہ بعض لوگوں نے کیا تھا۔ مگر اس کو بھی حیثیت سے ناقابل انتظام سلطنت کہہ کر رد کر دیا گیا تھا۔

(ب) چودھری رحمت علی صاحب جنھوں نے سنہ ۱۹۳۳ء میں پاکستان کی تحقیق بنام پاکستان نیشنل پومنٹ اور ڈاکٹر عبداللطیف صاحب حیدرآبادی اور دوسرے مصنفین سب کے سب اسی چشمہ سے مستفید ہونیوالے ہیں جس کا منبع ٹوری انگریزوں نے سنہ ۱۹۳۱ء میں یا اس سے پہلے بنایا تھا اور جس کو اواخر سنہ ۱۹۳۱ء میں لندن میں نشو ونما کی نوبت آئی

(ج) یہ اسکیم تقسیم ہندوستان اور علاقہ جات ہند و ہندوستان اور مسلم ہندوستان کسی مسلمان ہندوستانی کے دماغ سے نہیں ہوئی ہے اور نہ کسی دماغ سے اس کا ظہور ہوا ہے۔ بلکہ اس کا ظہور اور خروج برطانوی اور ٹوری برطانوی دماغوں کا رہین منت ہے اگرچہ بعد کو لوگوں نے اسکو بے سمجھی سے اپنا لیا ہے ۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں

از غلط تہمت بر آہوئے ختن بنہادہ اند

(د) یہ ہندوستان کی تقسیم صرف برطانوی مفادات کی خاطر کی گئی ہے کیونکہ ہند و برطانوی مصنوعات اور اس کی تجارت کا بائیکاٹ اور مقاطعہ کر رہا تھا، اور اس اسکیم کو حسب قوت زیادہ تر موثر بنانا چاہتا تھا تا اینکہ

اس کی نیت یہ ہے کہ پردیسی مصنوعات کو یک قلم ہندوستان میں نہ آنے دے اور بمبئی، مدراس وغیرہ سے ایسے مصنوعات کا داخلہ اور تجارت بند کر دے یا ان پر اتنا بھاری ٹیکس لگا دے جو باہر کے بھیجے جانے والی کے مصنوعات سے بہت زیادہ گراں کر دے، جیسا کہ انگلستان نے ہندوستانی مصنوعات اور تجارت سے کیا تھا۔ یہ اسکیم یقیناً ہندوستان کے عوام کی زندگی اور بھلائی کے لئے اشد ضروری ہے۔

(۵) ۱۹۳۱ء میں مسلم نمایندوں کے لندن جانے سے پہلے یا بعد میں کوئی خفیہ پیکٹ ہوا ہے یا ہونا قرار پایا ہے جس میں مسلم نمایندوں کی طرف سے اطمینان حاصل کیا گیا ہے کہ وہ مسلم ہندوستان (پاکستان) میں برطانوی مصنوعات اور انکی تجارت کو برقرار رکھیں گے اور اپنے ساحلی بندروں کراچی اور کلکتہ کو برطانیہ کی تجارت بنائیں گے،

انڈین رجسٹر ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۱ میں ہے ——— " لندن کی بعض نمایندوں نے اشارہ کیا تھا کہ ان لوگوں (فرقہ وار لیڈروں) نے برطانیہ کے ٹوری لیڈروں سے خفیہ سازش کر لی تھی جن میں ممتاز ٹوری لیڈر لارڈ لائڈ لارڈ تیفورڈ اور لارڈ سڈنہم اور دوسرے لوگ تھے"

نیز ریوٹر یکم نومبر ۱۹۳۱ء کو تار دیتا ہے " معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے کانگریس کے تحفظات سے اختلاف کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے قدامت پسند انگریزوں سے بھی خفیہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے تحفظات منظور کرالیں گے جو برطانوی اقتدار کو قائم رکھیں گے اور کنزرویٹو انگریز مسلم مطالبات کی حمایت کرینگے"

(مدینہ بجنور ۵ نومبر ۱۹۳۱ء جلد ۲ عدد ۷۹) نیز اخبار بمبئی کرانیکل کا خاص نامہ نگار مقیم لندن خبر دیتا ہے " شہنشاہیت پرست برطانوی مدبرین کو جب گاندھی جی کے ترمیم نہ دینے سے گاندھی جی اور والیان ریاست

کو لڑانے میں ناکامی ہوئی تو اب وہ مسلمانوں کو اپنے مقصد کا آلہ بنا رہے ہیں۔ انھوں نے مسلمان منددہین کو اس لئے متحد کر لیا ہے کہ وہ کامل آزادی کے حصول میں گاندھی جی کی کوششوں کو ناکام کر دیں"

(مدینہ بجنور ۲۰ ستمبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰، ۶۹)

(و) پاکستان کا بنانا اور اس کی تجویز کانگریسی حکومت کے قیام اور اس کے مظالم مشہورہ سے پہلے ہی قرار پا چکی ہے۔ مظالم کانگریس کو اس کا باعث قرار دینا محض عوام کو بھڑکانے کے لئے ہے۔ کانگریس کی حکومت ۱۹۳۶ء کے اواخر میں شروع ہوتی ہے۔ اور پاکستان کی پیدائش ۱۹۳۱ء یا اس سے پہلے ہوتی ہے اور اس کا ظہور بلکہ اس کا پروپیگنڈا ۱۹۳۳ء سے جاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام سپلمنٹ ۴ صفحہ ۱۷۴ الیڈن ۱۹۳۷ء مقالہ (ایس، وی۔ پاکستان) میں ہے "پاکستان صوبوں کے اسماء سے حروف ہجی لیکر بنایا گیا ہے پنجاب سے "پ" شمالی مغربی صوبہ سے (جس کے رہنے والے خصوصاً افغان ہیں) "الف" کشمیر سے "کاف" سندھ سے "سین" اور بلوچستان سے "تان" ان خطوں کا نام ۱۹۳۳ء میں چودھری رحمت علی بانی پاکستان نیشنل مومنٹ نے پاکستان تجویز کیا الخ

اور اس پر لاہور ٹریبیون ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۵ء اور لاہور ایسٹرن ٹائمز ۱۰ جون ۱۹۳۴ء اور اسٹیٹس مین دہلی مورخہ ۳ر اگست ۱۹۳۳ء میں مفصل بحث اور تنقید ہوئی۔ اور اس تجویز کو حکومت برطانیہ اور ان صوبوں کے ہندوؤں کے لئے خطرناک دکھلایا گیا"

(دیکھو انسائیکلوپیڈیا مذکور)

(ز) مسلم اقلیت کے صوبوں کے مظالم کو اس کا سبب قرار دینا اگر وہ پایۂ ثبوت کو پہنچیں بھی تو بھی خلاف عقل اور خلاف سیاست ہے۔

(اولاً) اگر ان فسادات کا سبب پاکستان نہ بنایا جانا ہو تو ان
صوبوں میں مستقبل کے تحفظ کی کوئی راہ نکالی جا سکتی ہے اور سب
اسکی وجہ سے اور...... خطرہ ہیں ڈالدئے جاتے ہیں اور اقلیتی
صوبوں کے تحفظ پر زور دیا جائے۔
(ثانیاً) اگر واقعی یہی اسباب ہوسکتے ہیں تو یہ امر نہایت بعید
الوقوع ہے۔ پاکستان کی اسکیم تو پہلے ہی سے بن چکی ہے اور اپنے منصب
سے روانہ ہوکر زعماء لیگ اور مسلم کانفرنس کے قلوب میں جاگزین ہو چکی
تھی (ثالثاً) یہ مظالم بطور ڈھونگ فرضی بنائے گئے ہیں یا قصداً
انکو اٹھوایا گیا ہے۔ تاکہ عوام کے جذبات کو ابھارا جائے اور اپنی سابقہ
غداری یا غلطی پر پردہ ڈالدیا جائے۔ اور کانگریس کو بدنام کیا جائے
تاکہ لوگوں میں تنفر پیدا ہو۔ ان مظالم کے اثبات کے لئے بابو راجندر پرشاد
مولانا ابوالکلام آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو اثبات و تحقیق کا مطالبہ
بذریعہ چیف جسٹس اور ججان فیڈرل کورٹ وغیرہ بار بار کرچکے ہیں مگر مسٹر
جناح وغیرہ نے رائل کمیشن پر ہی محول کردیا۔ اور پھر کوئی وزنی اور موثر
عمل اسکے لئے کرنے سے قاصر رہے

مسز جان گنتھر اپنے آرٹیکل میں لکھتی ہے۔

"۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے میں اور میرے شوہر مسٹر جان گنتھر دونوں
نے ہندوستان میں مسلم لیگ کے لیڈر مسٹر جناح سے تین گھنٹہ تک لنچ
کے موقعہ پر گفتگو کی۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ ہمیں کوئی واضح اور قطعی
مثال ان شکایتوں کی بتلایئے جو انڈین نیشنل کانگریس سے مسلمانوں کو
ہیں۔ مگر وہ کوئی مثال پیش نہ کرسکے۔ ۱۹۴۲ء میں سر اسٹیفورڈ کرپس
نے بھی ان سے یہی سوال کیا۔ لیکن اسوقت انھوں نے جواب دیا اور ایک
شکایت بیان کی۔ کرپس صاحب نے ذاتی طور پر تحقیق کرنے کا اظہار کیا تھا

مذہب ہی کو انھوں نے یورپ میں سیکی ... ہندو قوم میں مذہب
کوئی اہمیت نظر نہیں آتی۔ اس سے جب ۱۹۳۸ء میں ... پنڈت
نہرو نے لکھا کہ مسلم لیڈر انھوں نے مسٹر جناح کا نام نہیں لیا ... تب
کہ وہ ہم سے کٹ گئے ہیں۔ جناح صاحب کی چاپ ... حیثیت کی کوئی ... نہ
تب بھی وہ انڈین نیشنل کانگریس کے ممبر ... تھے مگر
پھر انھیں اپنی خواہشات اور جو مسلمانوں کی بہت خوبی سے
پیش کردہ مواقع ہیں بہ نسبت ایک ہمیشہ کانگریس سے زیادہ نظر
آئی مگر پان اسلام ازم کی تمام بحث و گفتگو کے باوجود وہ ... ہیں
ہندوستانی قوم پرور اور محب وطن انسان ہیں۔ اگر برطانوی کے
ساتھ کھیل رہے ہیں تو وہ بھی برطانویوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔

(مدینہ بجنور ۹ جون ۱۹۳۸ء)

پروفیسر کپلینڈ جنکو اکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۴۱ء میں
ہندوستان کے مسائل کی تحقیق کیلئے بھیجا گیا تھا اور وہ تحقیقات ختم کرنے
کے بعد سر اسٹفورڈ کرپس کے عملہ مشیران کے رکن ہوگئے تھے اپنی یادداشت
کے ساتویں باب ڈسٹرسٹ اور ڈیویژن میں لکھتے ہیں کہ پیرپور رپورٹ
میں مندرجہ اور دیگر داستانہای مظالم جو کانگریس وزارتوں کی طرف
منسوب کئے گئے ہیں کوئی وزن نہیں رکھتے۔ میں نے مسٹر جناح سے ان کے
ان کے سلسلہ میں جس قدر گفتگو کی میں سمجھتا ہوں وہ انکو یا کانگریس کی
اسلام دشمن روش کو نہیں ثابت کرسکے"

(ح) یہ اسکیم اس لئے بنائی گئی ہے کہ برطانوی اقتدار ہمیشہ تمام
ہندوستان پر یا کم از کم مسلم ہندوستان (پاکستان) پر قائم رہے ہمیشہ
سے یہی اصول برطانیہ کا ہندوستان پر قبضہ کرنے میں کام کرتا ہے
اور یہی اصول اب تک اس کی حکومت کے بقا میں کارآمد ہوا یعنی ڈیوائڈ

... امنڈ رول۔ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ اگر دو ٹکڑے ہندوستان کے ہو جائیں گے تو برطانیہ کو آپس میں لڑانے اور پھر چودھری بنکر انکے تحفظ کے بہانے سے حکومت کرنے اور دولت کے دریا انگلستان کی طرف بہانے کا موقعہ باقی نہ رہیگا مگر ایک فیڈریشن ہونے کے وقت میں ہندوستان برطانیہ سے بالکل بے نیاز ہوگا۔ جس سے صلح کریگا یا جنگ کریگا وہ بیرونی طاقت ہوگی۔ اس میں برطانیہ کی چودھراہٹ کی ضرورت نہ ہوگی نہ امن و امان کے بہانہ سے اسکو مداخلت کرنے کا موقعہ ہوگا۔

ڈاکٹر سر اقبال مرحوم اپنے خطبہ اجلاس لاہور ۱۹۳۲ء میں فرماتے ہیں کہ۔

"لیکن حکومت برطانیہ کا موجودہ رویہ مظہر ہے کہ وہ ہندو مسلمان میں غیر جانبدار ثالث کی حیثیت سے عامل رہنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور بالواسطہ گویا ہندوستانی اقوام یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قسم کی خانہ جنگی کی طرف لیجا رہی ہے۔ جو محض اس غرض سے انگریزوں نے اختیار کر رکھی ہے کہ ہندوستان میں اپنی پوزیشن کو سہولت کے ساتھ قائم رکھ سکیں۔"

چنانچہ مسٹر جناح کا مندرجہ ذیل بیان اس پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے

نئی دہلی۔ ۲۹ فروری ۱۹۴۴ء نیوز کرانیکل لندن کی دعوت پر مسٹر جناح نے پاکستان کے مسئلہ پر مندرجہ ذیل بیان دیا ہے۔

"... اگر برطانوی حکومت ملک کے دو ٹکڑے کر دے تو تھوڑے عرصہ کے بعد جو ۳ ماہ سے زیادہ نہ ہوگا ہندو لیڈر خاموش ہو جائیں گے اور جب تک دونوں ٹکڑے آپس میں امن سے نہ رہیں۔ تب تک برطانوی حکومت کا فوجی اور خارجی کنٹرول ضروری ہے۔ اس صورت میں مصر کی طرح کم از کم ہم اندرونی طور پر تو آزاد ہوں گے۔ آج بھی اصولاً صوبوں میں [illegible]

حکومتیں مسلم لیگ کے ماتحت قائم ہیں۔ ور ہندو وزیر انہیں کام کر رہے ہیں پاکستان کی قائمی میں ۳/۴ ملک ہندوؤں کے زیر اثر ہوگا۔ اور ۱/۴ مسلمانوں کے نیز پاکستان کے قائم ہونے سے دائمی امن کی امید ہے۔

(مدینہ بجنور ۱۸/۱ جلد ۳۳ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۷ء)

اسی بیان پر ڈاکٹر عبداللطیف صاحب حیدرآبادی جو کہ پاکستان کے بہت بڑے حامی اور اس کے متعلق مفصل کتاب لکھنے والے ہیں اور ایک عرصہ تک لیگ کے ذمہ دار عہدہ دار رہے ہیں فرماتے ہیں۔

"حیدرآباد ۴ مارچ ۱۹۴۷ء ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے مسٹر جناح کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے جو انہوں نے نیوز کرانیکل کے نمائندہ کو دیا ہے فرمایا کہ "اب مسلمانوں کو دیکھنا چاہیئے کہ انکے قائد اعظم ان کو کدھر لئے جارہے ہیں میں ابتدا ہی سے جانتا تھا کہ مسٹر جناح پاکستان کیلئے سنجیدہ نہیں ہیں۔ اب انہوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ قطعی آزاد پاکستان کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ والی پاکستان کے بغیر ایک ایسی ریاست کے خواہشمند ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ زیر سرپرستی برطانیہ ایک طویل مدت میں یہ علاقے مصر کی حقیقت تک پہونچ جائیں جو قانونی طور پر تو آزاد رہیں مگر اپنے ہر کام میں برطانیہ کے چشم و ابرو کا منتظر ہے۔ انہوں نے کراچی میں تقسیم کرو اور ہندوستان سے چلے جاؤ کا نعرہ لگایا تھا۔ مگر اب وہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے ان کا مقصد تقسیم کرو اور رہو تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ برطانوی طاقت ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ رہے۔ اور دفاع و خارجی مسائل کی مالک بنی رہے یہ ہے مسٹر جناح کی آئینی ترقی کے متعلق نظریہ۔ کیا کوئی انگریز اس کے لئے انکا شکریہ ادا کرے گا۔ میرے خیال میں برطانوی رجعت پسند بھی اس پالیسی پر افسوس ظاہر کریں گے۔ برطانیہ نے کرپس اسکیم کی رو سے وعدہ کیا ہے کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو متحدہ طور پر یا علاقوں کی تقسیم کے بعد مکمل

آزادی حاصل ہو جائیگی۔ بجائے اس کے کہ مسٹر جناح اس موقع سے فائدہ
اٹھاتے ہوئے دوسری جماعتوں سے اتحاد کرتے۔ وہ موجودہ غلامی پر ہی
قانع ہیں۔ کیا مسلم لیگ کے عام ممبران اس روش کی تائید کریں گے؟"

(اجمل بمبئی جلد ۱۷۔ ۶ مارچ ۱۹۴۴ء)

مسٹر جینا اور ڈاکٹر عبد اللطیف کے اسی بیان کے متعلق مدینہ لکھتا ہے
"مسٹر جناح کے پاکستان کی آزادی کا تصور بقول ڈاکٹر عبد اللطیف
اس سے آگے نہیں بڑھتا کہ رفتہ رفتہ وہ مصر کی موجودہ حیثیت کو پہنچ جائے
اور مصر کی موجودہ آزادی کی حیثیت کیا ہے۔ مسٹر دلکی جیسے ہوشمند و باتدبیر
سیاست داں کی زبان سے سنیئے۔ آپ نے اپنی مشہور تازہ تصنیف "ایک دنیا"
میں کہا ہے کہ مصر تمام عملی اغراض کے لئے برطانی سفیر سر مائلس لیمپسن کا محتاج
ہے۔ یعنی برطانیہ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ مسٹر جناح چاہتے ہیں کہ ہندوستان
اور پاکستان بھی اسی آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہوں۔

(مدینہ ۱۳۔ مارچ ۱۹۴۴ء ۱۹ جلد ۳۳)

اجمل بمبئی مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء اپنے ایڈیٹوریل میں حسب ذیل
بیان دیتا ہے۔

"مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ!" مسلم لیگ کے قائد اعظم مسٹر جینا نے
لندنی اخبار نیوز کرانیکل کے نمائندے کو جو رجعت پسندانہ بیان دیا ہے ہم اس سے
قبل تبصرہ کر چکے ہیں۔ اس بیان نے پاکستان کے بارے میں مسٹر جینا اور
انہی کے ساتھ پوری مسلم لیگ کی (کیونکہ اس کے کرتا دھرتا مسٹر جینا ہی ہیں) پوزیشن
کو حد درجہ مضحکہ خیز بنا دیا ہے اور در حقیقت انہیں بے نقاب کر دیا ہے۔ اس
وقت ہمارے سامنے اس بیان پر ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب کی تنقید
ہے جو انہوں نے اسی بیان سے متاثر ہو کر کی ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللطیف ان
لوگوں میں نہیں ہیں جنہیں پاکستان کا .. مخالف کہا جا سکے بلکہ وہ تو

اس بات کے مدعی بھی ہیں کہ پاکستان کا خیال اُنہی نے پہلے پیش کیا اور کلچرل یا تہذیبی منطقوں پر ہندوستان کے متعلق ایک اسکیم مرتب کی تھی جسے انھوں نے اپنی ایک تصنیف میں پیش بھی کیا ہے تب ایک ایسا شخص بھی مسٹر جینا کے طرزِ عمل پر اتنی سخت تنقید کرتا ہے جتنی کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے کی ہے تو اسے محض سیاسی مخالفت کی بنا قرار دیکر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب نے جو باتیں کہی ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ انھوں نے جو اعتراضات مسٹر جینا پر کئے ہیں وہ مسٹر جینا کے بیان کی روشنی میں حرف بحرف صحیح ہیں۔ ڈاکٹر لطیف صاحب کہتے ہیں کہ مسٹر جینا نے کراچی میں نہایت بلند آہنگی سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ انگریز ہندوستان کو تقسیم کرکے یہاں سے چلے جائیں مگر اس سے ان کا مقصد وہ نہیں تھا جو ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان کا مقصد اس کے خلاف یہ تھا کہ انگریز ہندوستان کو ہندو مسلمانوں میں تقسیم کریں اور پھر بھی یہاں رہیں اور رہیں بھی تو اس طرح پر کہ مسٹر جینا اور ان کی لیگ کے قبضہ والے پاکستان اور ہندوؤں کے قبضہ کے ہندوستان دونوں پر انگریز ہی مسلط رہیں۔ کیونکہ فوج اور امورِ خارجہ پر اُنہیں کا قبضہ رہے نیز ان دونوں ریاستوں کے بیچ نہیں ممکن ہے کہ مسٹر جناح اور ان کے ساتھی اپنا جی خوش کرنے کیلئے آزاد ریاستیں کہیں۔ چودھری بنے رہیں اور جبتک ان دونوں ریاستوں کے آپسی تعلقات اس طرح پر طے نہ پا جائیں جس سے انگریز بھی مطمئن ہوں انگریزوں کی ہندوستان میں مداخلت کا سلسلہ جاری رہے۔ یہ باتیں ڈاکٹر عبد اللطیف نے اپنی طرف سے مسٹر جینا کی طرف منسوب نہیں کی ہیں نہ ہم اس میں اضافہ اپنی طرف سے کر رہے ہیں بلکہ یہ باتیں پوری وضاحت کے ساتھ مسٹر جینا کے بیان میں صاف الفاظ میں موجود ہیں اس بیان نے واضح کردیا کہ مسٹر جینا کے ذہن میں ہندوستان کی آزادی کا یا تو سرے سے تصوّر ہی نہیں ہے یا اگر ہے تو وہ ایسی آزادی ہے جس سے کوئی

خود دار ہندوستانی خواہ وہ متحدہ ہندوستان کا حامی ہو خواہ تقسیم ہند یعنی پاکستان کا بھی نہیں کہ مطمئن نہیں ہو سکتا بلکہ بلا شک وشبہہ مضطرب اور پریشان ہو گا۔ مسٹر جناح نے اپنے اس بیان میں وہ بات کہی ہے جو رجعت پسند انگریز بھی کم از کم اپنے منہ سے نہیں کہتا خواہ اسکی نیت میں کتنا ہی فتور کیوں نہ ہو۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر عبداللطیف صاحب یہ کہتے ہیں قطعاً حق بجانب ہیں کہ مسٹر جناح کی اس روش کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ پاکستان کے بارے میں کبھی سنجیدہ تھے ہی نہیں۔ وہ جو چیز چاہتے تھے یا ان کا دماغ جو چیز سوچتا تھا وہ کوئی آزاد اسلامی ریاست یا اُسی کے ساتھ جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتے تھے غیر پاکستانی علاقوں کی آزاد ہندوستانی ریاست نہ تھی بلکہ وہ انگریز کی غلامی میں ایسی ریاستوں کا خواب دیکھ رہے ہیں جن کی حیثیت تقریباً وہی ہو جو ہندوستانی ریاستوں کی ہے اور ایک مدت مدید کے بعد بھی جس کا فیصلہ یاد رہے کہ انگریز ہی کرے گا اُنکی حیثیت مصر کی ہو جائے جسے باوجود اپنی آزادی کے ہر کام میں برطانیہ کے اشارہ چشم وابرو کا منتظر رہنا پڑتا ہے۔

بہر حال ایک لحاظ سے بہت اچھا ہوا کہ مسٹر جناح نے سالہا سال کے بعد پہلی بار صفائی کے ساتھ بتا دیا کہ پاکستان کے متعلق ان کا اپنا تخیل کیا ہے۔ اب مسلمانوں کو عام طور پر اور خاص کر اُن مسلم لیگی حضرات کو جو مسٹر جناح کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کا نعرہ بلند کرنے کے عادی بن گئے ہیں سوچنا چاہئے کہ مسٹر جناح انھیں کدھر لیجا رہے ہیں کیا یہی وہ چیز ہے جو ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا منتہائے نظر ہونی چاہئے اور کیا مسلم لیگ کی وہ نشاۃ ثانیہ جسکے راگ الاپتے مسلم لیگی حضرات کی زبانیں نہیں تھکتیں اسی مقصد عظیم کیلئے ہے۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو ہمیں اس پوری تنظیم اور اس کے مقصد دونوں پر فاتحہ پڑھ دینا چاہئے۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہدینا چاہئے کہ اگر ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان اب بھی اسی چکر میں رہیں جس میں مسٹر جناح

اور ان کے ساتھی انہیں رکھنا چاہتے ہیں تو اُن کا بس اللہ ہی حافظ ہے کیونکہ اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان خود بھی برطانیہ کا غلام بنا رہے اور اپنے ساتھ اپنے دوسرے کروڑوں ہموطنوں کو بھی غلامی پر مجبور کرے۔ ہمیں امید ہے کہ مسلم لیگیوں کا سنجیدہ طبقہ اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گا۔ اور سوچے گا کہ آخر وہ ان چیزوں کو کب تک برداشت کریں گے۔ خیر مسلم لیگی خواہ کچھ سوچیں اور کچھ کریں ہمیں تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمانان ہند کی زندگی میں وہ نفسیاتی گھڑی اب قریب آتی جاتی ہے جب حالات انہیں اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں اور اس میں تبدیلی کریں۔

(ط) برطانیہ کے یہ ٹوری حضرات اس طریقہ سے ہندوستان کو کمزور کر دینا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اس میں اتنی طاقت نہ پیدا ہو کہ وہ انگلستان اور دیگر یورپین ممالک کو آنکھیں دکھانے لگے اور ان کا حریف بن جائے تقسیم کی شکل میں اول تو اسکو داخلی جھگڑوں میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اور پھر دونوں ٹکڑوں (پاکستان اور ہندوستان) کے آپس میں جھگڑوں میں پھنس جانا پڑے گا۔ جس کے نتیجہ میں انتہا درجہ کمزور ملک بنجانا پڑے گا۔ ہاں اگر اس کا مرکز صرف ایک ہی ہو جائے تو یقیناً تھوڑی ہی مدت میں وہ ایسی عظیم الشان طاقت بن سکتا ہے جس کا مقابلہ بآسانی کوئی یورپین طاقت بھی نہ کر سکے گی۔ چنانچہ نیوز کرانیکل لندن کے نمایندہ نے اپنے سوالات میں مندرجہ ذیل الفاظ کہے تھے۔

سوال (۱) لیکن یہ کس طرح ایک پسندیدہ صورت ہو سکتی ہے کہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر کے کمزور کر دیا جائے جس سے وہ بیرونی حملوں کا شکار ہو۔"

نیز ایک سوال حسب ذیل تھا۔ لیکن خانہ جنگی ہونا یقینی ہے۔ آپ

ایک ہندوستانی السٹر قائم کریں گے جس پر آگے چلکر ہندو لوگ
متحدہ ہندوستان کے نام پر ممکن ہے کہ حملہ کریں
نیز ایک سوال یہ تھا کہ اگر اس وقت انگریزوں نے یہ عذر کر کے ہندوستان
کو چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات
اس قدر اچھے نہیں ہیں کہ وہ ہمسایہ کے طور پر رہ سکیں تو پھر
کیا ہوگا؟

نیا پتہ ہ یور کرانیکل کے سوالات میں یہ تینوں سوالات واقعات کی روشنی
میں ہیں اور نہایت صحیح ہیں۔ مسٹر جیناکے جوابات ہرگز اطمینان بخش نہیں ہیں اور
نہ واقعات اور حقائق پر مبنی ہیں۔ چنانچہ پہلے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

"میں یہ تسلیم کرنیکو تیار نہیں ہوں کہ ہندوستان کو جبری طور پر
متحد رکھکر زیادہ محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس
صورت میں اس کے بیرونی حملوں کا شکار ہونیکے زیادہ امکانات
ہیں۔ کیونکہ ہندو مسلمان کبھی ایک نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمیشہ
ایک دوسرے کے ساتھ دست بگریبان رہیں گے۔ ہندوؤں
اور مسلمانوں کے درمیان کوئی ایسا سمجھوتہ ناممکن ہے
جس سے مسلمان ہندوؤں کے ساتھ بطور ایک وحدت کے یا ایک
وفاق کے اندر رہنے پر تیار ہو سکیں۔ نیو فاؤنڈلینڈ سے مکمل
آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے اگر یہ مختصر سا ملک کناڈا کے قریب
ہوتے ہوئے بھی علیحدہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہے تو یقیناً
پاکستان بھی جس کی آبادی سات آٹھ کروڑ یعنی برطانیہ کی آبادی
سے دوگنی ہے تنہا ترقی کی منزل پر آگے بڑھ سکتا ہے"

راجپل بمبئی ۲ مارچ ۱۹۴۴ء

تعجب کی بات ہے کہ مسٹر جینا کس طرح اس جواب میں تاریخ اور واقعات

صحیح امکانات پر دھوں ڈال رہے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے کس طرح قریبا قرن ان میں خونریزی اور دشمنی کے انتہائی درجہ کے مظاہرات ہوتے رہے ہیں مگر کیا برٹش اور امریکہ میں یہودی قوم اپنے اعلیٰ پیمانہ کے سرمایہ اور خوش حالی کے ساتھ امن و یکجہتی میں بسر نہیں کر رہی ہے اور کیا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے حاصل کر کے مانچو اور پڈنگ وغیرہ کی صورت میں برٹش امپایر کی امداد و اعانت نہیں کر رہے ہیں کیا یہ اقوام جنوبی افریقہ کے بسنے والے مختلف نسلوں اور مختلف اقوام و مذہب والے نہیں ہیں۔ مگر یہ سب ایک وفاق میں شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ زمانہ ہای سابقہ اور حقیقت میں ان میں سخت عداوتیں ظہور پذیر رہا ہیں تو کیا ہندوستان کے باشندے مستقبل قریب میں ہندوستانی کا من ویلتھ (دولت مشترکہ) کے اجزا نہیں ہو سکتے۔

سرکیشیا اور قفقاسیہ کے چرا کیہ جارجیا کے داغستانی وغیرہ اور صحرا اور روس اور سائبیریا کے قزق (کاسک) اور شہروں کے بسنے والے تورانی یہ وہ بہادر مسلمان قومیں ہیں جن کی اور صرف انہیں کی مدد سے متحدہ روس کو کامیابی جرمن سے مقابلہ میں ہوئی ہے۔ یہ سب اپنے اپنے صوبوں کی داخلی آزادی کے ساتھ ساتھ روسی کامن ویلتھ اور متحدہ حکومت میں داخل اور شریک ہیں۔ حالانکہ زمانہ ہای سابقہ میں جو جو خونریزیاں اور جنگ و جدال آپس میں پیش آئے ہیں ان سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

خود ہندوستان میں انگریزوں سے پہلے مغلیہ دولت مشترکہ اور وفاق میں اور ہندو اور مسلمان ریاستوں میں ہر دو قومیں انتہائی اتفاق اور اتحاد کے ساتھ ساتھ صدیوں تک گذر بسر کرتی رہی ہیں۔ ڈبلیو ایم مارانس اپنی کتاب "ایشیا میں شہنشاہیت" میں لکھتا ہے۔

سیواجی کو متعصب اور سلطان ٹیپو کو کٹر مذہبی کہا جاتا ہے لیکن جس وقت ہم نے جنوبی ہند کی ریاستوں میں دخیل ہونا شروع کیا ان کے یہاں اس قسم کی

مذہبی تفرقہ کا نام تک نہ تھا جس طرح انگلستان و یورپ کے تقریباً سب حصہ
میں مخلوق کو تباہ کرنا روا سمجھا جاتا تھا جب آئرلینڈ میں کوئی رومن کیتھولک
نہ اپنے بزرگوں کی جاگیر کا حقدار سمجھا جاتا تھا نہ فوج کا افسر ہو سکتا تھا جو
ہالینڈ میں سوائے لوتھر کے معتقدین کے کسی عقیدہ کا کوئی شخص عہدہ
نہیں ہو سکتا تھا حالانکہ اس وقت ہندوستان کے اندر بہت سی ریاستوں
دربار میں ہندو مسلمان دونوں وزیر بایہ ... ہیں اور ایک دوسرے
بازی لیجانے میں آزاد تھے۔"

لارڈ ولیم بنٹنگ نے انگلستان میں ایک کمیٹی کے روبرو ۱۸۳۲ء میں بیان
دیتے ہوئے کہا تھا کہ بہت سی باتوں میں اسلامی حکومتیں انگریزی راج
سے کہیں بہتر تھیں۔ مسلمان اس ملک میں آباد ہو گئے تھے انھوں نے
فتح کیا تھا۔ وہ ہندوستانی ہندوؤں میں گھل مل گئے۔ ان میں بیاہ شادی
کرنے لگے مسلمانوں نے ہندوستانی غیر مسلموں کو ہر قسم کے حقوق دیئے
اور فاتح و مفتوح کے مذاق دلچسپی اور ہمدردی میں یکسانیت تھی۔ کوئی فرق نہ تھا
بخلاف اس کے انگریزی پالیسی اس کے برعکس ہے اب مروجہ خود غرضی اور پرانا
ہے جس میں ایک طرف تو قوت کا آہنی پنجہ حکمراں ہے اور دوسری طرف ہر چیز پر اپنا
قبضہ ہے اور ہندوستانیوں کو کوئی دخل نہیں۔"

(الانصار نمبر ۲۲ جلد ۲ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۲۸ء ماخوذ از فارورڈ کلکتہ)

اسی طرح سر جان مینارڈ اور دوسرے مورخ لکھتے ہیں۔ یہ منافرت انگریزوں
کی پیدا کی ہوئی ہے اور انہیں کی خواہش اور پالیسی کے موافق لیگ بھی پر زور کوشش
کر رہی ہے۔ یقیناً اگر انگریزی راج کا یہاں سے خاتمہ ہو جائے اور ہمارے لیڈر
اپنی اس غلط پالیسی کو چھوڑ کر اتفاق و اتحاد کی دن رات کوشش کرنے لگیں تو حالت
بہت جلد بدل سکتی ہے۔ جیسا کہ تحریک خلافت کے وقت میں مشاہدہ ہو رہا تھا
اگر گورنمنٹی طاقتیں اپنی باطنی قوتوں کو استعمال نہ کریں تو یقیناً نہایت زیادہ

[illegible] خوش گواری قائم ہو [illegible]

[illegible]

[illegible] حکومت قائم رہ سکے گی [illegible]

[illegible]

[illegible] مفروضات اور نتائج [illegible]

[illegible]

دوسرے سوال کے جواب میں مسٹر جناح ارشاد فرماتے ہیں۔

مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ نئے آئین کے تحت مختلف جماعتوں کو اختیارات کو سنبھالنے کے لئے ایک درمیانی دور ہوگا جس کے دوران میں امور خارجہ اور فوجی معاملات برطانیہ کے ہاتھ میں رہیں گے۔ اس درمیانی دور کی مدت کیا ہوگی اس کا انحصار اس امر پر ہوگا کہ کس رفتار سے ہندو اور مسلمان اپنے آپ کو اپنے نئے آئین کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ بالآخر ہندو اور مسلمان دونوں برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کریں گے جس طرح مصر نے اپنی آزادی حاصل کرنے کے بعد برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کیا ہے

(اجمل بمبئی ۲ مارچ ۴۶ء)

اس جواب میں جو غلط کاری مسٹر جناح نے کی ہے اس کی تفصیل ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کے بیان اور اجمل اور مدینہ بجنوری توضیحات میں آچکی ہے۔ مگر ہم ایک اور صحیح چیز یہاں انصاری دہلی روزانہ مورخہ ۹ مارچ ۴۶ء کے اڈیٹوریل سے

... ضروری سمجھتے ہیں وہ بنتا ہے۔

[illegible]

... [illegible] ... حیثیت

اپنی شرط ... [illegible] ... تو پھر ... ہوگا۔ ... [illegible] ... ذکر نہیں ہے کہ ... سرقت کیا ہوگا ... [illegible] ... ہندو ... مسلم ... [illegible] ... کے پھندے میں ... [illegible] ... اور نہیں تو صرف یہ فکر ہے کہ کس طرح مسلم صوبوں پر مسلم لیگیوں کا راج ہو جائے ... حسب مذکورہ کا یہ کہنا ... [illegible] ... واقعی اور صحیح ہے برطانوی قوم بالخصوص ... اور قدامت پسندوں کی ذہنیت اور آئے دن کے بیانات اور ارادے اور اعمال اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ سابقہ تجربات صراحتاً اسکے دلائل ... قویہ ہیں۔

تیسرے سوال کا جواب مسٹر جینا نے حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے۔

ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس کا امکان نہیں ہے۔ بہر حال اس صورت میں بھی ہمیں اس سے زیادہ آزادی حاصل رہیگی جو اس وقت ہے۔ ایک جداگانہ قوم اور ایک ڈومینین کی حیثیت سے

"... نے موجودہ تعطل کے مقابلہ میں اس وقت ایک [illegible]
[illegible]
ہو جائے۔"

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
دیکھئے اس شمن کی ڈپلومیسی ماہرین [illegible]
سے ہیں۔ [illegible] اس وقت بھی [illegible]
متعدد مرتبہ ذکر فرمایا کہ جبکہ وہ خود [illegible] ڈیپوٹیشن [illegible]
تو پیرس بھی گئے اور وہاں کے ایک مشہور و معروف [illegible] شخص سے
ملاقات کی۔ اثنائے ذکر میں انگریزوں کی ڈپلومیسی اور فریب کا تذکرہ [illegible]
[illegible] ہمیشہ [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] کے بعد [illegible] قوم [illegible] ہیں [illegible] فریب
[illegible]
[illegible] اور فریب کا [illegible] زور و شور سے اقرار کریں اور مسٹر جناح جو صرف قانون کا
[illegible] ماہر ہیں (بقول مسٹر جان گنتھر) اسکے امکان کا [illegible] لگایا کریں۔
[illegible] تو کہتا ہے کہ جب تک دنیا میں ڈپلومیٹک [illegible] موجود ہے دنیا میں
امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ اور مسٹر جناح فرماتے ہیں کہ [illegible] کا امکان [illegible]
[illegible] چارٹر اور ایسی ایسی سیکڑوں چیزیں موجود ہیں۔ اور مسٹر جناح [illegible] چشم
پوشی فرماتے ہیں یا دانستہ سب کی آنکھوں میں دھول ڈال رہے ہیں۔ [illegible]
[illegible] ڈاکٹر عبد اللطیف اور [illegible] میں [illegible]

ضرورت نہیں ہے۔

روزنامہ سماچار مورخہ ۹ مارچ ۱۹۴۶ء بمبئی رقمطراز ہے۔

"مسٹر جناح کو نہ تو ہندوستان کی آزادی کی پرواہ ہے اور نہ ہی مسلمانوں کی آزادی کی فکر ہے۔ بلکہ اس وقت تو ان کو صرف اس بات کی دھن ہے کہ کسی طرح انگریز ہندوستان کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے پر مسلم لیگ کا راج قائم کر دیں اور اپنی سنگینوں سے اس مسلم لیگی راج کی حفاظت کرتے رہیں۔ مسلمانوں کو مسٹر جناح کے اس تازہ اظہار خیال کی روشنی میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کے سیاسی ڈھونگ کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ یہ مسلمانوں کی آزادی کا مطالبہ ہے یا نہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غلام بنوانے اور ہندوستان کی دوسری قوموں سے برسرپیکار رکھنے کی ترکیب ہے۔

(ی) مسٹر بلوڈن کے خطوط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ملعون مفادات اور منحوس خودغرضیوں کی بنا پر ٹوری اور رجعت پسند انگریزوں نے مصمم ارادہ تقسیم ہندوستان کر کے مسلم لیگی اور مسلم کانفرنسی لیڈروں سے تجارت وغیرہ کرلی ہے وہ کہتا ہے کہ خواہ ہم کچھ کریں یہ ہو کر رہیگا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسے جلد از جلد معرض عمل میں نہ لائیں اور اس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں یہ قول صاف اس امر پر روشنی ڈالتا ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ تقسیم ہندوستان صرف انگریزوں کا نکالا ہوا ہے مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کیا جا رہا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انگریز اس کی تائید وحمایت میں پورا زور لگا رہے ہیں۔

مسٹر چمن لال سیتلواڈ کا وہ بیان جو کہ انھوں نے امریکہ سے واپسی پر ۵ جنوری ۱۹۴۵ء میں کراچی میں دیا تھا اس امر پر پوری روشنی ڈالتا ہے اس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"..... امریکہ کا برطانوی سفارت خانہ پاکستان کے حق میں انگلینڈ میں

۵ جس کے پریزیڈنٹ غالباً مسٹر جناح ہی ہوں گے ۱۲ منہ

مفت لٹریچر بھیجا جاتا ہے۔ اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ مریدین مفت تقسیم کرنے کی خاطر بھیجا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ امریکہ میں ایک مسلم لیگ بھی موجود ہے مسٹر احمد اسکے انچارج ہیں برطانوی سفارت خانہ کی طرف سے انہیں تنخواہ دیجاتی ہے۔ (ملاپ روزنامہ مورخہ ۱۶ جنوری ۴۲ء جلد ۲۲ نمبر ۱۲۴۴ از رپورٹر)

ہندوستان میں برطانوی حکام کی لیگ کی خیر مقدم حمایت اور سرپرستی کی شہادت عادیہ ہیں جو کہ ہر ایک غور کرنے والے پر مخفی نہیں ہیں

نیو سٹیٹسمین اینڈ نیشن لندن مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۰ء لکھتا ہے "یہ شکل اس وجہ سے پیدا ہوا کہ لارڈ لنتھگو نے مسلم لیگ کو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا۔ مسلم لیگ ایک طاقتور جماعت ہے اور اسکو مسٹر جناح کی رہنمائی حاصل ہے جو ایک قابل اور سرگرم لیڈر ہیں لیکن اسکو پنجاب سندھ اور سرحد کے صوبوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے کوئی مقبولیت حاصل نہیں اور اگر اس وقت کچھ ہو بھی گئی ہے تو کل تک نہیں تھی۔ صوبجاتی اسمبلیوں کے انتخابات میں مسلم حلقہ ہای انتخاب سے جو ممبر منتخب ہو کر آئے۔ ان میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والوں کی تعداد چوتھائی سے بھی کم تھی۔ اس کا دعوی ہے کہ اب پچھ مہینوں سے اسکے ممبروں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وائسرائے کی ممنون زیر سرپرستی کی وجہ سے کانگریس کے بعد یہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بنگئی ہے ہم نے مسٹر جناح کی انتہا پسندانہ روش کو ہندوستان کی مسلمان آبادی کی جس کو ہم تسلیم کرتے ہیں اصل رائے سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اور مسٹر جناح اور دوسری ہندوستانی جماعتوں کے نظریوں میں جنہیں دوسری مسلم جماعتیں بھی شامل ہیں اتحاد و اتفاق کا ہونا ممکن نہیں۔ (مدینہ بجنور نمبر ۱۸ جلد ۳۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء)

اسی بیان میں وہ آگے چلکر لکھتا ہے "یہ مخلصانہ پیشکش ہے کہ صلح کے بعد ہندوستان کو درجہ نوآبادیات عطا کر دیا جائیگا تو ہمیں اس قسم کا کوئی

قدم اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اگر تم مسٹر جناح کو محض اپنا آلہ کار بنا رہے ہو ... برداشت
چھوڑ دے ... نام ... کر ہیں تمہاری ذمہ داری سے ... کرنے
کیلئے تیار نہیں تو ... نہیں ... اگر تمہارے متعلق ... ہمارے ... دو
تم نے ... کو ... کہ تم تقسیم کرو اور ... قبول
نہیں ... تو اسکے معنی یہ ہیں ... مستقبل قریب ... ہندوستان کو
کھو بیٹھنے کا خطرہ ... رہے ہیں۔

بہرحال یہ پاکستان کا ڈھونگ برطانیہ کی منحوس تجویز ہے جو لاوا بن کے ذہنوں کی قلعیں ماں سر درست ہوا اور جنگ بیٹھی ہے اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بڑھ کر موجیں مارنے والے دریا کی صورت سنہ ۱۹۴۰ء سے اختیار کر بیٹھی ہے جس نے دیگر ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ لوٹنا اور برباد کرنا اور ہر طرح سے اپنا الّو سیدھا کرنا مقصود ہے۔ اور جس کو نہایت چالاکی کے ساتھ بہت ہی خوش رنگ میٹھے شربت کی صورت میں زہر ہلاہل کو پلایا جا رہا ہے۔ ؎

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسماں کیوں ہو

لارڈ منٹو اور لارڈ ویول وغیرہ کا اس تقسیم کے خلاف کرنا اگر دانستہ ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو یہ بھی انگریزی سیاسی چال ہے جس سے ہندوستانی مسلمانوں کا اصرار روز افزوں ترقی کریگا۔ الانسان حریص علی ما منع اور آخر میں خود انگریز اپنے عظیم الشان احسانوں کو جتاتے ہوئے مسلمانوں سے کہیگا کہ ہم تو نہیں چاہتے تھے مگر کیا کریں تم لوگ مجبور کر رہے ہو تو ہم تم کو یہ چیز دیدیتے ہیں اور ہندو سے کہیگا کہ ہم تو ہندوستان کی تقسیم کے خلاف ہی ہیں ہم تو متحدہ ہندوستان ہی کو تم سبھوں کیلئے مناسب سمجھتے تھے۔ مگر تمہارے وطنی بھائی مسلمانوں نے ہمکو مجبور کر دیا ہے ہم کو تو سبھوں کی خاطر داری

کرنی ہے بادل ناخواستہ ہم اس تقسیم ملک کو منظور کرتے ہیں تمکو اپنے وطنی بھائیوں کی ہٹ اور انکی خواہشوں کا احترام کرنا چاہئے۔ اس کو ٹھکرانا پنچاس مین امریکہ اور روس وغیرہ دیگر ممالک کے سامنے بھی اپنی معصومیت کا اظہار کرینگا کہ ہم کیا کریں ہمنے تو بہت سمجھایا مگر مسلمان نہ مانے اس لئے بمجبوری ہم نے تقسیم کردیا۔ اس طرح سب کو خوش کر کے اپنی اغراض مکمل طور سے پوری حاصل کی جائیں گی اور بوجھ مسلمانوں کے سر پر رکھدیا جائیگا۔ ایسے اعمال انگریزی سیاست اور اس کی چالوں میں روزانہ ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔ آج نیا کھیل نہیں ہے۔ مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے۔ اور ممکن ہے کہ لارڈ لنلتھگو اور لارڈ ویول کی یہ مخالفت نادانستہ ہو اور وہ ان کارروائیوں سے جو ٹوری اور قدامت پسند کنسرویٹو پارٹی نے یہاں پہلے سے جاری کی ہیں ان سے واقف نہ ہوں ——— بہر حال مسلمانوں کو اپنے مستقبل پر اور انگریزی مفاد پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ضروری ہے۔

تقسیم ہندوستان میں اجمالی طور پر خطرات کا ہجوم

ہم اس جگہ تقسیم کے متعلق ان خطرات کو اجمالی طور پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں جو کہ خود لیگ کے ذمہ دار اور سمجھ دار ممبروں نے وفاق عرب پر روشنی ڈالتے ہوئے ذکر کئے ہیں اور جن کو اجمل بمبئی نے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے یہ خطرات نہ تو معمولی ہیں اور نہ صرف رائی اور وہمیات ہیں بلکہ واقعات ہیں جنکو غور و خوض کے ساتھ دیکھنا اشد ضروری ہے۔

(روزنامہ اجمل بمبئی مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۴۴ء) مسٹر عبد الرحمن صدیقی بنگال کے ایک ممتاز مسلم لیگی لیڈر ہیں وہ انگریزی زبان کا ایک مسلم لیگی روزنامہ مارننگ نیوز نکالتے ہیں اس اخبار کی اشاعت مورخہ ۱۶ جولائی میں اتحاد عرب پر تبصرہ کرتے ہوئے صدیقی صاحب ایک عجیب بات لکھ گئے ہیں۔ جسے آج

ہم ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہی لوگ جو محض ہندوؤں کی ضد میں پاکستان یا تقسیم ہند کے قائل ہیں خود اپنے دل کی گہرائیوں میں تقسیم یا اتحاد کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں۔

صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

"اگر چھوٹی اور کمزور قومیں بڑی اور طاقتور قوموں کی دراز دستیوں سے بچنا چاہتی ہیں تو انکو آپس میں ضم ہو کر بڑے گروہ یا وفاق بنانا ہونگے نسل، مذہب، یا جغرافیائی حدود کی بنا پر تقسیم کا خیال انیسویں صدی کے یورپ کے سیاسی فلسفہ کی تخلیق ہے اور اب یہ تجربہ کی بناء پر تباہ کن ثابت ہو چکا ہے۔ بلجیم اپنی کمزوری کا مزہ چکھ چکا۔ زیکوسلو واکیہ خوشحالی سے دور رہا۔ اور یوگوسلافیہ بھی امن حاصل نہ کر سکا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ چھوٹی قومیں ظلم اور دراز دستیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔"

یہ ہے مسلم لیگ کے ایک ممتاز رکن اور لیگ کی مجلس عاملہ کے ایک سابق ممبر کا خیال۔ مارننگ نیوز کی یہ رائے ضرور اس قابل ہے کہ اسپر مسلم لیگی حضرات غور کریں۔ اس لئے کہ اس میں ایک ایسے مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو جوش کی دھاندلی میں مسلمان قوم کو غلط راستے پر لئے جا رہا ہے اور جسپر چلکر قوم بڑے مصائب میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پاکستان اور اسلامی حکومت کے نعرے بڑے دلفریب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دو اسلامی حکومتوں کے قیام کا تخیل عام مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سرور اور جوش پیدا کر دیتا ہے اور یہ بھی سچ سہی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کافی اختلافات ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ محض ہندوؤں کی تنگ دلی سے شاکی ہو کر ہم ایسی غلطی کر بیٹھیں جو مستقبل میں ہمارے لئے تباہ کن اور ملت کیلئے باعث بربادی بنے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ بنگال اور پنجاب کی حکومتیں اتنی طاقتور نہیں ہوں گی کہ وہ بیرونی حکومتوں

کی سازو باز اور انکی دراز دستیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ہندوؤں سے تو مفروضہ آزادی حاصل کر لیں مگر اس مفروضہ آزادی کے بدلے میں غیر ملکی حکومتوں کی ویسی ہی غلامی میں مبتلا ہو جائیں جیسی کہ آج ہمارے سروں پر نافذ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ بدترین بدقسمتی ہو گی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم معاملات کو محض ہندو دشمنی کی عینک سے نہ دیکھیں بلکہ پاکستان کے سوال پر سنجیدگی سے غور کر کے یہ فیصلہ کریں کہ آیا یہ پاکستانی حکومتیں خود ہمارے لئے باعث رحمت ثابت ہو سکیں گی یا نہیں۔ آیا یہ اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں۔ آیا یہ اتنی طاقتور ہوں گی یا نہیں کہ بین الاقوامی سیاست میں اپنا وقار قائم رکھ سکیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو دانائی کا اقتضا یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کیلئے مابقی اختیارات حاصل کر کے متحدہ ہندوستان وفاق میں شامل رکھا جائے۔ اور بجائے علیحدہ ہو کر دوسروں کے غلام بننے کے ہندوؤں سے ملکر نہ صرف اپنی آزادی باقی رکھی جائے بلکہ متحدہ ہندوستان کے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود ملت اسلامیہ کی اس طرح اندرونی اصلاح کیجائے کہ وہ زندہ اور طاقتور قوم محسوس ہونے لگے۔ مارننگ نیوز کا یہ بیان صحیح ہے کہ اب دنیا تقسیم اور علیحدگی کی مہمل سیاسی پالیسی کو چھوڑتی جا رہی ہے۔ اس لئے مسلسل تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس تنازع للبقا کی دنیا میں صرف طاقتور زندہ رہ سکتے ہیں۔ کمزور چاہے وہ کتنے ہی حق پر ہوں کیوں نہ ہوں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ مان لیجئے کہ قیام پاکستان کیلئے اچھے دلائل موجود ہیں مگر کیا یہ اچھے اور خوبصورت دلائل جاپان کو بنگال پر اور روس کو پنجاب و سرحد پر حریصانہ نگاہیں ڈالنے سے باز رکھ سکتے ہیں کیا آزادی وانصاف کے تمام الفاظ ملک گیری کے آرزومندوں کو پاکستان کے کمزور ممالک کی تسخیر کے ارادوں سے باز رکھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی اس معاملہ میں دیانت داری کا ذرا بھی شبہ رکھتا ہے تو وہ بیوقوفوں کی جنت کا ساکن ہے۔

اس دنیا میں جہاں حق کے مقابلہ میں طاقت کا راج ہے۔ پاکستانی حکومتیں محض اس بنیاد پر زندہ نہیں رہ سکتیں کہ مسلمانوں کو آزاد رہنے کا حق ہے اور بحیثیت ایک علاحدہ قوم کے انکو ضرور آزاد رہنا چاہیئے۔ مسلم لیگ مذہب کی بنیادوں پر عمل تقسیم کی طالب ہے۔ تمدن، تہذیب اور زبان کی بنیادوں پر تقسیم کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے ورنہ جہاں تک تہذیب و تمدن کا تعلق ہے اگر اسکی بنیادوں پر ہندوستان کو تقسیم کیا جائے تو ہندوستان بے شمار ٹکڑوں میں منقسم ہوکر رہ جائیگا۔ کمیونسٹ حضرات البتہ جس تقسیم کے قائل ہیں وہ تہذیب، و تمدن اور زبان کی بنیادوں پر ہوگی۔ مگر مسلم لیگ اس کی طالب نہیں ہے۔ وہ مذہب کی بنیاد پر تقسیم کی طالب ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان علاقوں کے لئے حق علیحدگی طلب کرتی ہے جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ مارننگ نیوز نے اپنے مذکورہ مضمون میں سچ کہا ہے کہ اسوقت جبکہ اقوام عالم کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے کا قوموں کی گروہ بندی کرنے اور بالآخر ایک بین الاقوامی وفاق تیار کرنے کی کوششیں جاری ہیں مذہب اور نسل کی بنیادوں پر علاحدگی کا مطالبہ نہ صرف مہمل بلکہ تباہ کن ہے۔

چونکہ رسالہ طویل ہوگیا ہے اس لئے ہم مندرجہ بالا مضمون پر اس حصہ کو ختم کرنا ضروری سمجھتے ہیں، اب دوسرے حصہ میں انشاء اللہ پاکستان کے متعلق تفصیلی بحث کریں گے۔

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہ

۱۱ محرم الحرام ۶۵ھ